﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

وحدت أدیان کا فتنہ

زیرِ نظر مضمون میری جدید تالیف

(اھل کفر کے ساتھ "وفاداری یا بیزاری" اور اسلامی تعلیمات)

[جو طباعت کے بالکل آخری مرحلے میں ہے] کا ایک حصہ ہے جسے بعض احباب کے اشارے پر وقت کے تقاضے کے پیش نظر افادۂ عامہ کیلئے الگ سے شائع کیا جارہا ہے۔

أبو کلیم

☆مقدمہ:

"**وحدتِ ادیان**": ایک جدید اصطلاح ہے جس کو اسلام دشمن تنظیموں نے ایجاد کیا ہے، کہا جاتا ہے کہ:

"منزل ایک ہو تو راستوں کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا"، "سارے مذاھب کا سرچشمہ ایک ہی بزرگ و برتر ذات ہے جسے مسلمان اللہ، ہندو ایشور اور انگریز گاڈ کہتے ہیں"، "یہ مختلف مذاھب عبادت الٰہی کے مختلف طریقے ہیں" نیز **"مذھب حق وانصاف، خدمتِ خلق، دوستی و بھائی چارگی اور ایک دوسرے کے احترام کی تعلیم دیتا ہے" تمام انسانوں کو تمام مذاھب کا احترام کرنا چاہئے اور انکے ماننے والوں سے حسنِ سلوک اور محبت رکھنی چاہئے؛ "آخرت میں نجات کسی ایک مذھب کی پیروی میں منحصر ہے"، "ایسا کہنا بے جا تعصب اور تشدد ہے"۔**

یہ ہے وحدتِ ادیان کا نظریہ اور اسکی تعلیم کا خلاصہ جسکے لئے آج دنیا کے گوشے گوشے سے آوازیں اٹھ رہی ہیں، اور مختلف ملکوں میں کانفرنسیں منعقد کی جارہی ہیں بلکہ صورتِ حال اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ بہت سے مسلمان نہ صرف یہ کہ اس فکر سے متأثر ہیں بلکہ اسکی کامیابی کیلئے تن من دھن سے کوشاں ہیں، حالانکہ یہ نظریہ اسلام کے خلاف ایک گہری سازش اور اپنے اندر بے شمار خرابیاں لئے ہوئے ہے۔

چونکہ عصرِ حاضر کے فتنوں میں سے یہ ایک بڑا اہم اور خطرناک فتنہ ہے اسلئے مختصراً اس نظریئے کی تاریخ، شرعی نقطۂ نظر سے اسکا حکم اور اسکے نقصانات کا ذکر کیا جاتا ہے جسے تفصیل درکار ہو وہ اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کی طرف رجوع کرسکتا ہے مثلاً: "**وحدتِ أدیان کا نظریہ اور اسلام**" تالیف: سلطان احمد اصلاحی، اور "**الإبطال لنظریۃ الخلط بین الأدیان**" تالیف: ڈاکٹر بکر بن عبد اللہ أبو زید حفظہ اللہ، خصوصاً آخری کتاب مختصر اور بہت ہی مفید ہے کاش کوئی صاحب ذوق اس کتابچے کو اردو کا جامہ پہنادے، اکثر

معلومات ہم نے اسی کتاب سے لی ہے۔ [1]

☆تاریخی پس منظر:

یہ نظریہ کوئی نیا نہیں ہے اور نہ ہی اس صدی کی پیداوار ہے بطور نظریہ بہت پرانا ہے بلکہ یہ اسلام کے خلاف وہ ہتھیار ہے جو یہود ونصاریٰ اور اسلام دشمن کا رخانوں میں تیار ہو کر نکلا ہے۔

فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر بکر بن عبداللہ أبو زید حفظہ اللہ نے اس نظریئے کے تاریخی پس منظر پر بحث کرتے ہوئے اسے چار مراحل پر تقسیم کیا ہے انہیں پر اعتماد کرتے ہوئے ہم اس نظریئے کی تاریخ ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

☆پہلا مرحلہ: عہد نبوی ﷺ میں: –

دین اسلام اور اسکے ماننے والوں کے خلاف عہد نبوی سے ہی سازشیں شروع ہوگئی تھیں اور دشمنانِ اسلام نے خواہ وہ یہود ونصاریٰ کی شکل میں ہوں یا بت پرست وتوھم پرست مشرکین کی شکل میں، دونوں نے ملکر عوام کو اسلام سے دور رکھنے کیلئے دو حربے استعمال کئے ہیں۔ **اولاً:** تکلیف، سزا اور زبردستی۔ **ثانیاً:** سودے بازی اور ملمع سازی۔

سیرتِ نبوی ﷺ سے شغف رکھنے والے اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ عہد نبوی کے دونوں مرحلوں میں مسلمانوں کو بشمول نبی رحمت ﷺ دل وجان کو ہلا دینے والی مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑا ہے، اور جب دشمنانِ اسلام اسمیں کامیاب نہیں ہوئے تو سودے بازی پر اتر آئے جسکی طرف قرآنِ مجید میں متعدد جگہ اشارات موجود ہیں بلکہ عام طور پر کتب تفسیر وسیرت میں سورہ الکافرون کا سبب نزول اسی سودے بازی کو قرار دیا گیا ہے، محترم استاذ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری حفظہ اللہ اپنی کتاب ''تجلیات نبوت'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''تحریض وترغیب میں اس ناکامی کے بعد مشرکین نے سوچا کہ دین کے بارے میں سودے بازی کی جائے، چنانچہ انہوں نے آپ سے کہا: ہم آپ پر ایک بات پیش کرتے ہیں جسمیں آپ کی درستگی ہے، آپ نے پوچھا وہ کیا؟ انہوں نے کہا ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی پوجا کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں، اب اگر ہم حق پر ہیں تو آپ نے اس سے ایک حصہ لے لیا، اور اگر آپ حق پر ہیں تو ہم نے اس سے ایک حصہ لے لیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ ﴿قل یا أیھا الکافرون﴾ نازل فرمائی [کہ آپ کہہ دیں: اے کافرو! جسے تم پوجتے ہو اسے میں نہیں پوجتا اور نہ جسے میں پوجتا ہوں اسے تم پوجتے ہو اور نہ جسے تم پوجتے ہو اسے میں پوج سکتا ہوں اور نہ جسے میں پوجتا ہوں اسے تم پوج سکتے ہو، تمھارے لئے تمھارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین]

یہ بھی نازل فرمایا: ﴿ قل أفغیر اللہ تأمرونی أعبد أیھا الجاھلون﴾ الزمر:٦٤

---

[1] بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولانا مشتاق احمد کریمی حفظہ اللہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے اور ابھی چند روز قبل اسکا مسودہ میرے پاس بھیجا ہے کوشش ہے کہ جلد ہی اسے منظر عام پر لایا جائے۔

''اے جاہلوں! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں''

اور یہ بھی نازل فرمایا: ﴿ قل اني نهيت أن أعبد الذين تدعون من دون الله ...... ﴾ الانعام:۵۶

''آپ کہہ دیں مجھے منع کیا گیا ہے کہ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو میں انکی عبادت کروں......'' [۱]

دین کے بارے میں آپ ﷺ کے ساتھ سودابازی کے خواہش مند حضرات جب مزید بضد ہوئے اور آپ ﷺ کے چچا بھی نرم پڑنے لگے تو آپ ﷺ کا وہ دوٹوک جواب جسے کتب حدیث وسیرت نے ہمارے لئے محفوظ رکھا ہے، اسمیں وحدتِ اُدیان کے نظریہ سے متأثر حضرات کیلئے سامان عبرت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ قریش کا وفد ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کیا آپ احمد [ﷺ] کونہیں دیکھتے وہ ہماری مجلسوں اور مسجد میں ہمیں پریشان کرتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے اسلئے آپ اسے اس حرکت سے روکیں ابو طالب نے مجھ سے کہا کہ جاؤ محمد [ﷺ] کو بلالاؤ میں گیا اور بلا لایا، آپ تشریف لائے تو ابو طالب نے کہا: اے بھتیجے تیرے چچا زاد بھائی یہ کہہ رہے ہیں کہ تو انھیں انکی مجلسوں میں اور مسجد میں تکلیف دیتا ہے، اسلئے تو اس کام سے رک جا، آپ ﷺ نے اپنی نظر مبارک کو آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

[ما أنا بأقدر على أن أدع لكم ذلك علىٰ أن تشعلوا لي منها شعلة يعني الشمس] [۲]

''اگر تم لوگ میرے لئے سورج سے ایک شعلہ توڑ لاؤ تو بھی میں تم لوگوں کی خاطر اس کام کونہیں چھوڑ سکتا''

مدینہ منورہ منتقل ہونے کی بعد اہل کتاب نے بھی مخالفت میں ایذارسانی اور تحریض و دلالچ کے دونوں حربے استعمال کئے اور جب پہلے حربے میں کامیاب نہیں ہوئے تو خود اللہ کے رسول ﷺ کو یہودیت و نصرانیت کی دعوت دینے لگے جسکے رد میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ودَّ كثير من أهلِ الكتاب لو يردونكم من بعد إيمانكم كفاراً حسداً من عند أنفسهم من بعد ما تبين لهم الحق فاعفوا واصفحوا حتى يأتي الله بأمره إن الله علىٰ كل شيء قدير﴾ البقرة:۱۰۹

''ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد و بغض کی بنا پر تمھیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں تم بھی معاف کرو اور چھوڑ دو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لائے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اہل کتاب کافروں سے متنبہ کر رہا ہے اور انھیں انکی ظاہری و باطنی دشمنی اور مسلمانوں کے بارے میں انکے دلوں میں جو حسد ہے اسکی اطلاع دے رہا ہے، حالانکہ ان اہل کتاب کو اس امت کی اور اسکے افضلیت کا بھی علم ہے۔ [۳]

---

[۱] تجلیات نبوت: ص ۱۱۹، ۱۲۰۔ نیز دیکھئے سیرۃ ابن ھشام ۱۰/۳۔

[۲] سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ نمبر ۹۳ نیز دیکھئے المعجم الأوسط: ۸۵۴۸ ح ۹/۲۹۱ الطبرانی الکبیر ۱۹۱، ۱۹۲/۱۲

[۳] تفسیر ابن کثیر۔ آیت مذکورہ کی تفسیر ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿وقالوا کونوا هوداً أو نصارى تهتدوا قل بل ملة ابراهيم حنيفاً وما كان من المشركين﴾ البقرة:۱۳۵

''اور یہ کہتے ہیں کہ تم یہودی یا نصرانی بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے، تم کہو بلکہ صحیح راہ پر ملت ابراہیمی والے ہیں اور ابراہیم خالص اللہ کے پرستار تھے اور مشرک نہ تھے۔''

یہود ونصاری کی ان تمام کوششوں کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں مجبور کیا کہ وہ ذلیل وخوار بن کر جزیہ دینا قبول کریں، اسی طرح آپ کے بعد کے خلفائے راشدین نے بھی اہل کتاب سے جہاد کیا اور انہیں مجبور کیا کہ وہ ذلیل وخوار بن کر رہیں اور جزیہ دیں۔ [۱]

☆ دوسرا دور:-

جب خیر القرون کا دور ختم ہوا، مسلمانوں میں مذاہبِ فلسفیہ رائج ہونے لگے اور اصلی علم سے دوری اور متاع دنیا کی کثرت نے علمِ تصوف کو رواج دیا تو وحدتِ ادیان کے فتنے نے پھر اپنا سر اٹھایا، یہاں تک کہا گیا کہ **''یہودیت ونصرانیت اور اسلام کی حیثیت وہی ہے جو حیثیت اسلام میں مذاہب اربعہ کو حاصل ہے''، ''کسی بھی ایک مذہب پر عمل کر کے انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے''** (۲)

اس کی لئے یہود ونصاری نے بعض عہد نامے بھی گھڑے جنکے اندر یہ ظاہر کیا گیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے یہود کو ایک عہد نامہ لکھ کر دیا تھا کہ انکے اوپر جزیہ نہیں ہے، جب یہودیوں نے اس عہد نامہ کو چوتھی صدی ہجری کے شروع میں ظاہر کیا تو امام ابو جعفر الطبری رحمہ اللہ نے دلائل سے اسکا جھوٹا اور من گھڑت ہونا ثابت کیا، پھر اسی قسم کا ایک اور وثیقہ پانچویں صدی ہجری میں امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے زمانے میں ظاہر کیا گیا جسے امام موصوف نے دلائل سے باطل اور من گھڑت قرار دیا، پھر آگے چلکر اسی قسم کا ایک وثیقہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے زمانے میں ظاہر کیا گیا جسے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جھوٹا ثابت کیا۔ (۳)

حتی کہ ''وحدۃ الوجود'' کے قائلین صوفیا حضرات یہاں تک کہہ گئے کہ اگر انسان محقق بن جائے (یعنی وحدۃ الوجود کا قائل ہو جائے) تو اسکے لئے یہودیت اور نصرانیت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۴)

اس دور میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے اس بدعت کا قلع قمع کیا اور متعدد کتابیں تالیف فرمائیں، آپ کے فتاوے میں اس موضوع سے متعلق کافی مواد موجود ہے۔

☆ تیسرا دور:-

چودھویں صدی ہجری کے شروع میں تقریباً سارے عالم اسلامی پر یہودیت ونصرانیت یا انکے ایجنٹوں کا قبضہ ہو گیا اسلام کو ہر طرح سے مسخ کر دینے کی کوشش ہونے لگی لیکن نتیجہ اسکے برعکس رہا کہ زمین وجسموں پر تو اسلام کے دشمنوں کا قبضہ ہو گیا لیکن کسی

---

۱ - ۲ مجموع الفتاویٰ ۴/۲۰۴

۳ احکام اہل الذمہ ۱/۵، ۸

۴ الصفدیہ ۱/۹۸، ۹۹، ۲۶۸

حدتک قلب وروح اس سے متاثر نہیں ہوئے (۱) اور ہر سمت کچھ ایسے لوگ ضرور نظر آرہے تھے جو قولاً وعملاً ایمان واسلام کی روح کو زندہ رکھنے میں کوشاں تھے۔(۲) اسلئے ماسونیت نے وحدتِ اَدیان کا نعرہ بلند کیا تا کہ یہودیت ونصرانیت کے بارے میں جونفرت مسلمانوں میں پائی جارہی ہے وہ کم ہوجائے اور جدید عالمی نظام کے تحت انھیں سارے ملکوں اور خصوصاً عالم اسلامی پر قابض ہونے پر کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے ،جس کے لئے اس جماعت نے کچھ مسلمانوں کو استعمال کیا جسمیں جمال الدین اَفغانی (۳) اور محمد عبدہ (۴) کے نام سرفہرست ہیں حتی کہ شیخ محمد عبدہ نے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ملکر بیروت میں ایک سوسائٹی قائم کی جسکا نام ''**جمعية التأليف والتقريب**'' رکھا،اور دلچسپ بات یہ کہ اس سوسائٹی کے ممبروں میں شیعہ،عیسائی اور یہودی بھی شامل تھے(۵) لیکن اللہ کے فضل اور اس کے بعد علمائے حق کی کوششوں سے دشمنان اسلام اپنے اس ناپاک ارادے میں کامیاب تو نہ ہوسکے البتہ کمزور ایمان والے مسلمانوں کے دلوں میں اسکے اثرات ضرور باقی رہ گئے۔

---

۱ ہمارے اس قول کی سب سے واضح دلیل درج ذیل واقعہ ہے: جزائر پر تسلط کے زمانے میں فرانس نے جزائر کی دس لڑکیوں کو فرانسیسی اسکولوں میں داخل کیا،انہیں فرانسی زبان سکھلائی اور فرانسی تہذیب میں رنگ دیا جس سے وہ بالکل فرانسی لیڈیاں معلوم ہوتی تھیں،فرانس نے اپنی اس کامیابی پر کچھ دنوں کے بعد ایک جشن منانا چاہا تا کہ اس جشن میں ان جزائری لڑکیوں کو فراغت کی سند دی جائے،اس تقریب میں بڑے بڑے عہدے داروں کو دعوت دی گئی جسمیں بہت سے نامہ نگار بھی شامل تھے،بھرے مجمعہ میں جب ان لڑکیوں کے اسٹیج پر آنے کا وقت آیا تو سارا مجمع یہ دیکھکر دنگ رہ گیا کہ وہ لڑکیاں فرانسی لباس کے بجائے جزائری لباس میں ملبوس ہیں،یہ دیکھکر فرانسیسی اخبارات نے واویلا مچایا کہ آج ۱۲۸ سال سے فرانس نے کیا کیا؟ جسکے جواب میں جزائر کے اندر فرانس کے نمائندہ نے کہا کہ:((**اگر قرآن فرانس سے زیادہ طاقتور ہوتو میں کیا کرسکتا ہوں**)) [مجلۃ الدعوۃ عدد:۱۱۶۹ تاریخ:۱۴۰۹/۴/۲۶ھ]

سچ ہے ''**صدق وهو كذوب**'' ہے تو وہ جھوٹا لیکن یہ سچ بات کہی۔

۲ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:[**لا تزال طائفة من أمتي قائمة بأمر الله لا يضرهم ، من خذلهم ولا من خالفهم حتى يأتي أمر الله وهم ظاهرون عَلَى الناس**] صحیح البخاری: کتاب المناقب: باب نمبر:۲۴ ح ۳۴۴۲ وصحیح مسلم کتاب الامارۃ باب نمبر:۵۳ ح ۱۰۳۷،الفاظ مسلم شریف کے ہیں بروایت معاویۃ بن اَبی سفیان۔

''میری امت کا ایک گردہ ہمیشہ اللہ کے حکم کو لے کر کھڑا رہے گا جوان کو ذلیل کرنا چاہے یا مخالفت کرے وہ انھیں کوئی نقصان نہیں دے پائے گا اور یہ گردہ ہمیشہ لوگوں پر غالب رہے گا''

اس معنی میں متعدد حدیثیں متعدد صحابہ سے مروی ہیں جسمیں سے نو صحابہ رضوان اللہ علیہم کی روایات امام السیوطی رحمہ اللہ نے الجامع الصغیر میں نقل کی ہیں جن کو علامہ البانی رحمہ اللہ کی کتاب (صحیح الجامع الصغیر) میں دیکھا جاسکتا ہے۔

۳ محمد جمال الدین بن صفدر الأ فغانی ۱۲۵۴ھ موافق ۱۸۲۸م میں ایران کے ایک شہر اسدآباد میں پیدا ہوئے انکے والد شیعوں کے عالم اور استاذ تھے ابتدائی تعلیم اپنے باپ سے حاصل کیں،تعلیم عالی کیلئے نجف کا قصد کیا جہاں چار سال رہکر اسوقت کے مشہور اساتذہ سے اپنی تعلیم مکمل کی انکے اساتذہ میں آقا خان،الشیخ مرتضی اور علی قاضی وغیرہ کا نام خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں جو عقیدہ اور فقہ کے اعتبار سے شیعہ تھے، افغانی کی ذات ایک مبہم اور غیر واضح شخصیت رہی ہے،بہت سے لوگوں کو انکی جعلی نسبت یعنی افغانی اور انکی بعض سیاسی کوششوں سے شبہ ہوا ہے جسمیں ہمارے ہندوپاک کی بعض اہم شخصیات بھی شامل ہیں،حالانکہ اب یہ بات بالکل کھل کر سامنے آگئی ہے کہ اس شخص نے افغانی لقب اور نسبت کا اظہار صرف تقیہ [اصل حقیقت چھپانے کی خاطر کسی مغالطے کا سہارا لینا] کے طور پر کیا ورنہ وہ عقیدہ اور فقہ کے اعتبار سے شیعی،جعفری،اثناعشری اور اس سے بڑھ کر عالم یہود کی ماسونی تحریک کے ایجنٹ تھے ۱۳۱۴ھ میں ترکی میں انتقال ہوا۔تفصیل کیلئے دیکھئے ''دعوہ جمال الدین افغانی فی المیزان''

۴ محمد عبدہ بن حسن نام ہے اصلاً ترکستانی ہیں ۱۲۶۶ھ موافق ۱۸۴۹م مصر میں پیدا ہوئے جامع اَزھر سے تعلیم حاصل کی متعدد اہم مناصب پر فائز رہے جیسے قاضی، ششن جج اور مفتی عام،بہت سی کتابوں کے مولف ہیں ۱۳۲۳ھ موافق ۱۹۰۵م میں انتقال ہوا۔دیکھئے الأ علام للزرکلی ۲۵۲/۶۔

۵ دیکھئے تاریخ الأ ستاذ الامام ۸۱۷/۱، ۸۲۹ تالیف الشیخ محمد رشید رضا مصری۔

☆ **چوتھا دور:-**

وحدتِ ادیان کا چوتھا اور آخری مرحلہ چودھویں صدی ہجری کے آخر سے شروع ہوتا ہے جس کو عالمی یہودی تحریک ماسونیت نے تیزی سے ابھارا کیونکہ اسلام کے دشمنوں اور اللہ کے باغیوں اور شیطان کے شاگردوں کو یہ وقت بہت ہی مناسب محسوس ہوا جسکی وجہ ظاہر ہے کہ عام طور پر عالمِ اسلام کے حاکم ومحکوم اپنے داخلی اور خارجی نظام میں مغرب کے تابع ہوگئے تھے عام مسلمانوں میں دینی علم مفقود ہوگیا اسلام کی کسمپرسی (غربت) عہد اول کی عکاسی کررہی ہے عوام کہ تو بات ہی کیا، پڑھے لکھے لوگ خصوصاً جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو اسلام کے منافی امور کی پہچان ہی ختم ہوگئی علماء کا میدانِ محنت وجستجو چند گنے چنے مسئلے رہ گئے جن پر اپنی تحریر وتقریر کا سارا زور صرف کرتے رہے، خصوصاً ولاء وبراء کا معاملہ تو بالکل ہی روپوش ہوگیا، درج ذیل واقعہ میں ہر غیرت مند داعیِ اسلام اور مخلص مسلمان لے لئے سامانِ عبرت موجود ہے۔

۱۹۸۳ء کی بات ہے محترم استاذ مولانا صفی الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ کے ساتھ ضلع سیونی -صوبہ- مدھیہ پردیش- کے کسی جلسے میں شرکت کا موقعہ ملا، عصر ومغرب کے بیچ استاذِ محترم سے ایک صاحب ملاقات کیلئے آئے وہ حضرت کسی اسکول میں ٹیچر تھے اپنے ظاہر سے کافی حدتک شرع کے پابند لگ رہے تھے چہرے پر آدھی یا ایک تہائی داڑھی بھی تھی، استاذ محترم سے ادھر ادھر کے کچھ سوالات کئے منجملہ سوالات کے ایک سوال یہ بھی تھا کہ کیا ہندوستان میں کوئی نبی نہیں آیا تھا؟ محترم استاذ نے جواب دیا: ضرور آیا ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ وإن من امة إلا خلا فيها نذير ﴾ فاطر:۲۴

''اور کوئی امت ایسی نہیں گذری جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو''

انکا اگلا سوال تھا کہ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہندو مذہب کی کتابیں جیسے ویدو پران وغیرہ آسمانی کتابیں ہوں یا آسمانی کتابوں سے ماخوذ ہوں خصوصاً جب کہ ان کتابوں میں بہت سی ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جن میں مستقبل کی ایسی خبروں کا تذکرہ جن کی تائید قرآن مجید سے ہوتی ہے لہذا ہندوؤں کو کافر ومشرک کہنے کے بجائے اہل کتاب کیوں نہ کہا جائے، اسلئے کہ کافر کہنے سے وہ ہم سے چڑتے ہیں اور ہمارے ان کے بیچ نفرت پیدا ہوتی ہے؟

ابھی انکے ان سوالات پر حضرت استاذ کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ میں نے فوراً جواب دیا: قرآن میں صراحت کے ساتھ اہل کتاب کو کافر ومشرک کہا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لم يكن الذين كفروا من أهل الكتاب والمشركين منفكين حتى تأتيهم البينة ﴾ البینۃ:۱

''اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے وہ اپنے کفر سے باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ انکے پاس روشن دلیل نہ آجائے''

﴿ هو الذي أخرج الذين كفروا من أهل الكتاب من ديارهم لأول الحشر ﴾ الحشر:۲

''وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے ہی ہلے میں انکے گھروں سے نکالا''

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دین پر عامل حضرات بھی دشمنوں کے پروپگنڈہ سے کسقدر متأثر اور اصول دین سے

کسقدر غافل ہیں یہ صرف ہندوستان کی بات نہیں ہے بلکہ سارے عالم اسلام کی یہی کیفیت ہے بلکہ بعض علاقے کے لوگ تو اس سے بھی زیادہ متأثر ہیں۔

اس ماحول میں ماسونیت نے اپنی حرکت تیز کردی یہود ونصاریٰ نے وحدتِ اُدیان کی طرف دعوت پر کافی زور دیا، کبھی اسے ''**تقارب بین الأدیان**'' اور کبھی ''**دینی تعصب کا خاتمہ**'' کا نام دیا اور کبھی ''**دینی بھائی چارگی**'' کیلئے مصر میں مرکز کھولے گئے حتی کہ ''**مجمع الادیان**'' کے نام سے بعض جگہ سنٹر قائم کئے گئے متعدد شعارات اور نعرے ایجاد کئے گئے اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اس بات کی دعوت دی جانے لگی کہ ایک ہی چہار دیواری اور احاطے میں مختلف مذاہب کی عبادت گاہیں بنائی جائیں مسجد، کنیسہ، گرجا گھر اور مندر ایک ساتھ ہوں، ایک ہی کتاب میں تمام مذہبی کتابوں کو جمع کر دیا جائے اور پھر معاملہ یہاں تک پہنچا کہ تمام مذہب والے ایک ساتھ ایک جگہ اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھیں حتی کہ اسے عملی جامہ بھی پہنایا گیا اور ۲۷/اکتوبر ۱۹۹۶ء کو اٹلی میں پوپ کی امامت میں تمام مذہب والوں نے مشترکہ نماز پڑھی، یہ وہ پہلی تاریخ تھی کہ مسلمانوں کی امامت کوئی کافر کر رہا تھا!!!۔

پھر بعد میں بھی جاپان کے اندر کیٹو پہاڑی کی چوٹی پر یہ نماز ادا کی گئی اور بڑے افسوس کا مقام ہے کہ اس بار اس نماز میں بعض مشہور اسلامی جماعتوں کے نمائندے بھی شامل تھے، آخر کفر کے عمل سے رضامندی کی اس سے واضح مثال اور کہاں مل سکتی ہے؟۔

(تفصیل دیکھئے: د۔بکر بن ابوزید کی کتاب الابطال ص ۲۳،۲۵)

وحدتِ اُدیان کے نظریہ کی یہ مختصر تاریخ تھی جسے تفصیل درکار ہو وہ اس سلسلے میں تالیف شدہ کتابوں کی طرف رجوع کرسکتا ہے بلکہ ایک غیرتمند مسلمان اور داعی کیلئے ان کتابوں کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

☆ **حکم:**

وحدت ادیان کے نظریہ کی تاریخ اور اسکی غرض وغایت جان لینے کے بعد اب جو اہم سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ اس نظریہ سے متعلق شریعت کا حکم کیا ہے؟ کیا شریعتِ اسلام میں اسکی گنجائش ہے؟ اور کیا مذہب اسلام اس نظریہ کو قبول کرسکتا ہے؟

یہ متعدد سوالات ہیں جو ایک مسلم بلکہ ایک طالب علم کے سامنے آتے ہیں جنکا جواب بھی معلوم ہونا وقت کا تقاضا اور زمانے کی اشد ضرورت ہے۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ سوال کا مختصر جواب تو سورہ الکافرون میں موجود ہے۔

''کہہ دو: اے کافرو! میں انکی عبادت نہیں کرتا جنکی عبادت تم کرتے ہو، نہ تم اسکی عبادت کرنے والے ہو جسکی عبادت میں کرتا ہوں اور نہ میں انکی عبادت کرنے والا ہوں جنکی عبادت تم کرتے ہو اور نہ تم اسکی عبادت کرنے والے ہو جسکی عبادت میں کرتا ہوں تمھارے لئے تمھارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین''

یہ ہے شریعت کا دوٹوک فیصلہ جسکے بعد ایک مسلمان کیلئے اس نظریئے کے قبول کرنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا بلکہ اس نظریہ کا

قبول کرنا سراسر کفر وارتداد اور دین اسلام کے خلاف ایک بغاوت ہے جسکی متعدد وجوہات ہیں:

(۱) یہ نظریہ دین اسلام سے اصولاً وفروعاً ٹکراتا ہے کیونکہ اسلام دین کامل ہے جسکی تکمیل کے بعد دنیا کے سارے ادیان منسوخ ہوچکے ہیں اب کوئی بھی دوسرا مذھب کسی بھی اعتبار سے قابلِ قبول نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرین﴾ آل عمران: ۸۵

''اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے اسکا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائیگا اور آخرت میں وہ ناکام ونامراد ہوگا۔''

''اللہ تعالیٰ نے اسلام کے حق میں دلائل واضح کردینے کے بعد اب یہ صاف الفاظ میں اعلان فرمادیا کہ جو لوگ اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کے طالب بنیں گے یا اس پر جمے رہیں گے اس سے غرض نہیں کہ وہ یہودیت ہو یا نصرانیت یا کوئی اور دین وہ اللہ کے ہاں مقبول نہ ہوگا، ایسے لوگ آخرت میں محروم ونامراد ہونگے''

مذکورہ آیت میں دو اہم باتیں ایسی ہیں جو قابل غور ہیں:

ا/اللہ کا فرمان: ''اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائیگا'' یعنی وہ دین قطعاً مقبول نہ ہوگا، نہ اس دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں۔

ب/وہ کامیاب وکامران ہونے کے بجائے ناکام ونامراد ہوگا اور دنیا وآخرت کا خسارہ اس کا مقدر ہوگا۔

(۲) قرآن حکیم دنیا کی ساری مذہبی کتابوں پر حاکم اور ان کو منسوخ کرنے والا ہے اسکی موجودگی میں کسی دوسری کتاب کی نہ ضرورت اور نہ ہی اسے قرآن مجید کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے، اسے قرآن کے ساتھ ایک کتاب میں لکھنا لوگوں میں پھیلانا ایک طرح سے منسوخ کتاب کی باطل تعلیمات کو برحق تسلیم کرنے کے برابر ہے، سوچیں! اس سے بڑا ارتداد اور کیا ہوسکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وانزلنا الیك الكتاب بالحق مصدقاً لما بین یدیه من الكتاب ومهیمناً علیه فاحكم بینهم بما أنزل الله ولا تتبع أهواء هم عما جاء ك من الحق﴾ المائدة: ۴۸

''پھر اے نبی [ﷺ] ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لیکر آئی ہے اور ''الکتاب'' میں سے جو کچھ اسکے آگے موجود ہے اسکی تصدیق کرنے والی اور اسکی محافظ ونگہبان ہے لہذا تم خدا کے نازل کردہ قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور جو حق تمھارے پاس آیا ہے اس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔''

یعنی قرآن کے ان واضح احکام کو چھوڑ کر کفار کی خواہشات کی پیروی کرنا، بلفظِ دیگر ''وحدتِ ادیان'' کے نظریہ کو قبول کرنا گویا اس کتاب عظیم کی تعلیم سے منہ موڑنا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات کے چند اوراق لیکر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور فرمایا: اے اللہ کے رسول ﷺ یہ تورات کے چند اوراق ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات پر آپ ﷺ خاموش رہے آپ کی اس خاموشی سے فائدہ اٹھا کر حضرت عمر ان اوراق کو پڑھنے لگے، آپ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، یہ کیفیت دیکھکر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عمر! اللہ تیرا بھلا کرے! اللہ کے رسول ﷺ کے چہرے کی طرف دیکھ نہیں رہے ہو کہ وہ کس طرح غصے میں ہیں؟ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے پرغضب چہرے کی طرف دیکھا تو آپ ﷺ کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھکر کہنے لگے:

[أعوذ باللّٰہ من غضب اللّٰہ وغضب رسولہ ، رضیت باللّٰہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد نبیا]

''میں اللہ کے غضب اور اسکے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کے رب ہونے ،اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہوا''۔

اس موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[والذی نفس محمد بیدہ لو بدالکم موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولو کان حیاً وأدرک نبوتي لا تبعني][1]

''اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں محمد کی جان ہے اگر تمھارے سامنے موسی بھی آجائیں اور مجھے چھوڑ کر تم انکی اتباع کرنے لگو تو صحیح راستے سے بھٹک جاؤ گے ،اور اگر موسی زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پالیتے تو وہ بھی میری اتباع کرتے''

مسند أحمد کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: ''موسی علیہ السلام کو بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا''

مذکورہ آیت اور حدیث کو ایک بار پھر غور سے پڑھیں اور جواب دیں کہ قرآن مجید اور دین اسلام کی موجودگی میں کسی اور کتاب اور دین کی ضرورت باقی ہے اور اس کتاب مبارک کو کسی اور کتاب کے ساتھ ملایا جاسکتا ہے؟! نہیں ہرگز نہیں۔

(۳) **''وحدتِ أدیان''** کا نظریہ قبول کر لینے کا لازمی نتیجہ ہے کہ دین اسلام کے بہت سے ارکان معطل ہوکر رہ جائیں بلکہ انکے اظہار کی گنجائش بھی باقی نہ رہے گی ،مثال کے طور پر معروف ومنکر کا معاملہ ہے ، جسے بعض علماء نے اسلام کا چھٹا رکن قرار دیا ہے ، اگر وحدتِ ادیان کا نظریہ قبول کرلیا جائے تو اس فریضہ کی ادائیگی کا مجال باقی نہ رہ جائیگا کیونکہ معروف میں سرفہرست توحید وایمان اور منکر میں سرفہرست شرک وکفر ہے ،اب جب اس نظریئے کو قبول کرلیا گیا تو اسکا لازمی نتیجہ ہے کہ کسی کافر کو کافر نہ کہا جائے اور نہ اسے اسلام وتوحید کی دعوت دی جائے۔

(۴) **''وحدتِ ادیان''** کا نظریہ عقیدۂ موالات ومعادات (**وفاداری وبے زاری**) کے منافی ہے حالانکہ **''لا الہ الا اللہ''** کے شرائط ولوازمات میں سے عقیدۂ موالات ومعادات بھی ہے ، وحدتِ أدیان کا نظریہ قبول کر لینے کا صاف مفہوم یہ ہے کہ ہماری موالات اللہ ورسول اور اہل ایمان کے ساتھ ساتھ کفار ومشرکین اور منافقین سے بھی رہے حالانکہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

﴿انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلاۃ ویؤتون الزکاۃ وھم راکعون ☆ ومن یتول اللّٰہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللّٰہ ھم الغالبون ☆ یا أیھا الذین آمنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزواً ولعباً من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار أولیاء واتقوا اللّٰہ ان کنتم

[1])سنن الدارمی: ۴۳۵ ص/۱۲۶۔ مسند أحمد ۳/۳۸۷ علامہ الألبانی نے حدیث کو حسن کہا ہے ملاحظہ ہو تعلیق المشکاۃ ۱/۶۳۔

مؤمنین﴾ المائدۃ:۵۵،۵۶،۵۷

''مسلمانو ! تمھارا دوست اللہ ہے اور اسکا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکاۃ دیتے ہیں اور وہ رکوع کرنے والے ہیں، اور جو شخص اللہ تعالی سے اور اسکے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی مسلمانو ! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمھارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں خواہ وہ اسمیں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے یا کفار ہوں، اگر تم مومن ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔''

مذکورہ تین آیتوں میں تین باتیں بڑی اہم بیان ہوئی ہیں:

ا) مسلمانوں کی دوستی اور تعلق صرف اللہ، رسول اور مومنین کے ساتھ ہونا چاہئے۔

ب) غلبہ وکامیابی صرف اللہ، اسکے رسول اور مسلمانوں کیلئے ہے۔

ت) یہود ونصاری اور کافروں کو اپنا دوست بنانا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح کے متعدد دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ کفار ومشرکین سے موالات (وفاداری) اسلام کے منافی اور ارتداد ہے جسکی تفصیل کیلئے اصل کتاب کا مطالعہ کریں۔

(۵) اس نظریئے کا قبول کرنا اسلئے بھی جائز نہیں کہ اسے قبول کر کے گویا ہم نے یہ ثابت کر دیا کہ لوگوں کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ شریعتِ محمدیہ سے ہٹ کر کسی دوسری شریعت پر بھی عمل کر سکتے ہیں حالانکہ متعدد آیات واحادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بعثتِ محمدی ﷺ کے بعد کسی دوسری شریعت کی پیروی کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''دین میں یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہے اور اس پر مسلمانوں کا اتفاق بھی ہے کہ جس نے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین یا شریعتِ محمدیہ کے علاوہ کسی دوسری شریعت کی اتباع کو جائز سمجھا وہ کافر ہے اور اسکا کفر ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن کی بعض باتوں کا ماننا اور بعض کا انکار کرنا''[۱]

☆**نظریہ ''وحدتِ أدیان'' کے اسلام اور مسلمانوں پر غلط اثرات**:

ہماری پچھلی گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ وحدتِ ادیان کا نظریہ ایک کافرانہ نظریہ ہے اسکا قبول کرنا اسلام کے منافی امر کا ارتکاب اور اسلام سے ارتداد کا سبب ہے، اس خرابی کے ساتھ ساتھ اس نظریہ کے اسلام اور مسلمانوں پر بہت سے غلط اثرات مرتب ہوتے

[۱] مجموع فتاوی ۵۲۴/۲۸ نیز دیکھئے الاقناع اور اسکی شرح کشاف القناع ۱۷۰/۶۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں اس طرح واضح کیا ہے: ﴿ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون أن یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلك سبیلا ☆ أولئك هم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مهینا﴾ النساء:۱۵۰،۱۵۱ ''جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اسکے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اسکے (اسلام کے) اور اسکے (کفر کے) بین کوئی راہ نکالیں، یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں اور کافروں کیلئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔

ہیں۔

بعض اثرات عصر حاضر میں کھل کر سامنے آگئے ہیں ان میں چند اثرات کا ذکر ہم یہاں کرتے ہیں جسے تفصیل درکار ہو وہ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر بکر بن ابوزید کی کتاب کا مطالعہ ضرور کرے۔

۱/ اس نظریے کا سب سے خطرناک اثر یہ ہوگا کہ اسلام کو فوقیت وبرتری حاصل (۱) رہنے کے بجائے عالمی قیادت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر یہود ونصاری کے ہاتھ میں چلی گئی ہے جسکی سب سے واضح مثال یہی ہے کہ پوپ نے اس تحریک کا روحِ رواں اور تمام مذاھب کا روحانی پیشوا اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے اسی لئے جب بشمول مسلمانوں کے تمام مذہب والوں نے ملکر ایک ساتھ ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امامت کا شرف اسی کو حاصل رہا، جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اسکی بھی اجازت نہیں دی کہ کسی کافر جماعت کے رہنما کا نام کسی عام مسلمان سے پہلے لیا جائے، چنانچہ فتح مکہ کے دن اسلام لانے سے قبل ابوسفیان جو اہل مکہ کے سردار تھے عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضری کیلئے آئے، آپ ﷺ کی موجودگی میں کسی صحابی نے کہا: [**هذا ابو سفيان وعائذ بن عمرو**] ''یہ ابوسفیان اور عائذ بن عمرو آرہے ہیں'' آپ ﷺ نے اس جملے کی تصحیح کی اور فرمایا کہ: [**هذا عائذ بن عمرو و ابو سفيان**] ''یہ عائذ بن عمرو اور ابوسفیان آرہے ہیں'' پھر آپ ﷺ نے رہتی دنیا تک کے لئے مسلمانوں کو یہ اصول دے دیا کہ:

[**الإسلام أعز من ذلک ، الإسلام يعلو ولا يعلىٰ**] (۲)

''اسلام کا مقام اس سے کہیں اونچا ہے (کہ کسی مسلمان سے پہلے کافر کا نام لیا جائے) اسلام بلند ہے اس پر کوئی دوسرا مذہب اونچا نہیں ہوسکتا''

عالمی قیادت غیر قوم کے ہاتھ میں جانے کی دوسری واضح مثال یہ ہے کہ ''**وحدتِ ادیان**'' کے داعیوں نے جس دن کو تمام مذاہب کی مشترکہ عید قرار دیا ہے وہ پہلی جنوری کا دن ہے جبکہ یہ بات ہر قسم کے شبہات سے بالاتر ہے کہ پہلی جنوری کا دن یہود ونصاری کے سال کا پہلا دن ہے جسے وہ عید کا دن قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں کیلئے اس دن کو عید قرار دینا یا اسلامی تاریخ کو چھوڑ کر غیر اسلامی تاریخ پر اعتماد کرنا جائز نہیں ہے (۳) تفصیل کیلئے اصل کتاب کا مطالعہ کریں۔

۲/ ''**وحدتِ ادیان**'' کا نظریہ قبول کرنے کا دوسرا خطرناک اثر یہ ہے کہ یہ عقیدہ قبول کر لینے کے بعد شریعت میں ''ولاء اور براء'' (**وفاداری وبیزاری**) نام کی کوئی چیز نہیں باقی رہ سکتی بلکہ وہ ملت ابراھیمی جسکی اساس ہی ولاء اور براء پر ہے ایک غیر مقبول ملت بنکر رہ جائے گی اور قرآن کی وہ آیات جنمیں وضاحت ہے کہ ولاء (**وفاداری**) صرف اللہ، رسول اور مومنین کیلئے، اور براء

---

(۱) جبکہ اسلامی اصول یہ ہے کہ اسلام ہی کو برتری اور فوقیت حاصل رہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿**هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علیٰ الدین کله ولو کره المشرکون**﴾ التوبہ:۳۲، الصف:۹ ''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دیکر بھیجا تاکہ اسے تمام مذاہب پر غالب کردے اگرچہ مشرکین برا مانیں''

(۲) سنن الدارقطنی: ص۳۹۵۔ سنن کبری بیہقی ۲۰۵/۶۔ یہ الفاظ بیہقی کے ہیں، دیکھئے فتح الباری: ۱۷۵/۳، اور ارواء الغلیل ۱۰۶/۵۔ امام البانی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، اس حدیث کے بعض اجزاء بخاری شریف میں بھی بغیر سند کے بصیغۂ جزم وارد ہیں۔

(۳) التشبہ المنہی عنہ: ص۵۴۳۔

(بے زاری) اللہ کے دشمنوں اور کافروں سے ہے، ان پر عمل ممکن نہیں رہے گا بلکہ ہر مسلمان یہود ونصاری اور ہندوؤں کو اپنا دوست ورفیق بنانے پر مجبور ہوگا، شاید یہی وجہ ہے کہ ترکیا کہ صدر نے دینی امور کے وزیر سے فتوی صادر کرنے کا مطالبہ کیا ہے کہ قرآن مجید سے ایسی تین سو-۳۰۰- سے زائد آیتیں حذف کر دی جائیں جن پر اس زمانے میں عمل نہیں کیا جاسکتا۔ ؎۱

۳/ **''وحدتِ اُدیان''** کا نظریہ قبول کر لینے کا ایک برا اثر یہ بھی ہے کہ اسلام میں جہاد نام کی کوئی چیز باقی نہ رہے گی کیونکہ جہاد کی اصل فرضیت اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ہے دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس مبارک دین کی تبلیغ میں اگر کوئی جماعت اور قوم رکاوٹ بنتی ہے تو اس سے جہاد فرض ہے، اب جب کہ سارے مذہب ایک دوسرے کی حقانیت کو قبول کرلیں تو کسی کو اسلام کی طرف دعوت دینے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی اور نہ جہاد کی ضرورت پیش آئیگی حالانکہ جہاد اسلام کا کوہان ہے، جس طرح کہ اونٹ کا سب سے نمایاں حصہ کوہان ہوتا ہے اسی طرح اسلام کا اشرف ترین کام جہاد ہے جہاد وہ مضبوط اور بلند پہاڑی ہے جسکی چوٹی پر بیٹھ کر اسلام نما گھر کی حفاظت کی جاتی ہے جہاد وہ عمل خیر ہے جسکا باقی رکھنا مسلمانوں کے باعزت زندہ رہنے کی ضمانت ہے اور اسکا ترک کر دینا ذلت کی ہولناک گھاٹی میں گرنے کے مترادف ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

[بعثت بين يَدَي الساعة بالسيف حتى يُعبَدَ الله وَحده لا شريک له وجُعِلَ رزقي تحت ظل رُمْحِي وجُعِلَ الذُلُّ والصَغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي ، ومن تشبه بقوم فهو منهم] ؎۲

''مجھے قیامت سے پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا حتی کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی جائے اور میری رزق کو نیزے کی چھاوں میں رکھا گیا ہے [مسلسل جہاد کا جھنڈا لہراتا رہے] اور جس نے میرے حکم کی نافرمانی کی اُس کے نصیب میں ذلت ورسوائی رکھ دی گئی ہے اور جو آدمی جس قوم کا رنگ وڈھنگ اختیار کرے گا وہ اسی قوم کا حصہ شمار ہوگا''

ایک اور حدیث میں ہے:

[اذا تبايعتم بالعينة وأخذتم أذناب البقر، ورضيتم بالزرع ، وتركتم الجهاد فى سبيل الله سلط الله عليكم ذلاً لا ينزعه حتى ترجعوا الى دينكم] ؎۳

''جب تم لوگ عینہ (۴) تجارت میں مشغول ہو جاو اور بیلوں کی دموں کو پکڑ لو اور کھیتی باڑی پر خوش ہو جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد چھوڑ بیٹھو تو اللہ تعالی تم پر اُس وقت تک ذلت مسلط کر دے گا جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف نہیں پلٹ آتے'' ؎۵

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **[الجهاد في سبيل الله باب من أبواب الجنة ومن ترک الجهاد في سبيل الله**

؎۱ دیکھئے جریدۃ الریاض ۲۷/۷/۱۴۲۰ھ موافق ۵/۱۱/۱۹۹۹م اور یہی بات اس وقت امریکہ اور دوسرے ملک سے اٹھ رہے اور مسلمانوں سے ان کے نصاب تعلیم میں تبدیلی کا مطالبہ ہے۔

؎۲ مسند أحمد ۵۰/۲، ۵۲۔ الفقیہ والمتفقہ ۱۴۲/۲، نمبر ۷۶۶ عن ابن عمر دیکھئے فتح الباری ۱۱۵/۶، اور جلباب المرأۃ ۲۰۳، ۲۰۴۔

؎۳ سنن ابوداود: ۳۴۶۲ البیوع، باب نمبر ۵۴۔ سنن کبری بیہقی ۲۱۶/۵ عن ابن عمر دیکھئے شرح مسند لاحمد شاکر ۳۳/۷۔

؎۴ عینہ تجارت کی ایک شکل ہے جس میں ادھار کو نقد کے مقابلے میں زیادہ قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے۔

؎۵ بیلوں کی دم پکڑنا سے مراد کھیتی باڑوں میں مصروف ہونا یعنی جہاد چھوڑ بیٹھنا۔

ألبسه الله الذلة وشمله البلاء وديث بالصغار وسيم بالخسف ومنع النصف "يعنى الانتصاف"] ؎

''اللہ کے راستے میں جہاد جنت کے دروازوں سے ایک دروازہ ہے اور جس نے جہاد کو ترک کردیا تو اللہ تعالیٰ اسے ذلت کا لباس پہنائے گا، بلاؤ ومصیبت کی چادر اڑھادیگا، رسوائی اسکی ساتھی بن جائیگی اور ناپسندیدہ کام مجبوراً کرنے پڑیں گے اور انصاف سے محروم رہے گا''

۴/ اس نظریہ کے قبول کرنے کا ایک اثر یہ بھی ہے کہ مسلمان خصوصاً عرب یا وہ مسلمان جو کسی بھی جگہ غیر مسلموں سے نبرد آزما ہیں اور ظالموں نے انکی زمین وجائداد ہڑپ کرر کھی ہے اب مسلمان ان سے اپنا تنازعہ ختم کردیں فلسطین مسلمہ پر ظالم یہودیوں کا قبضہ تسلیم کرلیں، فلسطین اور بیت المقدس کا مطالبہ ترک کردیں، ہندوستانی مسلمان ہندوستان میں اپنا تشخص چھوڑ کر ہندوستانی تہذیب میں ضم ہوجائیں اور بوسنہ وہرز گویا، کوسوفا اور چیچنیا کے مسلمانوں کی مدد غذا ولباس وغیرہ کے ذریعہ انسانی جذبہ سے کریں لیکن جہاد کا نام باقی نہ رہ جائے۔

وحدتِ اُدیان کے نظریہ کی تاریخ اسکا حکم اور اسکے غلط اثرات پر یہ مختصر گذارشات رکھی گئیں جس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ یہ نظریہ اسلام دشمن تحریکوں کی پارلیمنٹوں میں پاس کیا گیا ہے جسکا قبول کرنا اسلام سے ارتداد بلکہ انسلاخ کے ہم معنی ہے بلکہ اسلام کو دفن کردینے کے ہم معنی ہے! ! !

واللہ المستعان۔

از قلم: أبوكليم مقصود الحسن فيضى [عفا اللہ عنہ]

۲۰/ جمادی الآخر/ ۱۴۲۳ھ ☆ ۲۹/ آگست/ ۲۰۰۲م

الغاط ۱۱۹۵۲ - ص.ب: ۴۷

سعودی عرب

؎ مشارع الأشواق لابن النحاس ۱/۱۰۰۔